ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.6 No.1 2022

امت مسلمہ کی تہذیبی غلامی...باعثِ زوال وانحطاط

(تحقیقی مطالعہ)

"CULTURAL SLAVERY OF THE MUSLIM UMMAH-CAUSE DECLINE AND DEGRADATION"

ڈاکٹر سید محمود احمد حسنین *
ڈاکٹر شعیب عارف **
***Dr. Hafiz Abdul Majeed

ABSTRACT:

Civilization is the hallmark of human society. The greatness and brilliant intellectual and moral values of any nation are measured by its civilization. Civilization and man are inseparable realities because civilization is a necessary and natural process for the civil and social life of man. Islam contains a sustainable civilization and culture in its foothills, without adopting which the welfare of humanity is not possible. This can also be explained in the way that humanity is the basis of Islam, a nation that understands the importance of civilization can never be devoid of the feeling of suffering humanity. It is a fact that human welfare and social peace is possible only through Islamic civilization. Islamic civilization is a civilization based on a constructive and positive way of thinking. Staying attached to one's own civilization is the way of independent nations. Following the civilization of foreigners in the name of modernity and enlightenment and being unfamiliar with one's own cultural and moral values is undoubtedly the downfall of the Muslim Ummah. It is the cause of falling into deep ditches. The Muslim Ummah should be familiar with its culture and civilization according to contemporary requirements with moderation and balance. The concept of one God in Islamic civilization has cut the root of idolatry and has given the message that worshiping anyone other than Allah Almighty in humanity, is insulting! The moment of concern is that today the children of Islam are unfamiliar with Islamic civilization. It is necessary that we adopt Islamic civilization instead of putting the yoke of foreigners on our necks. In the research article under consideration, it has been highlighted that the Islamic civilization has a unique place in history.The cultural slavery of foreigners is a cause of decline for the Ummah.The survival and revival of the Ummah is hidden in the fact that Muslims, regardless of whether they belong to any region and speak any language or be of any color or race, whether they are Eastern or Western, they should be colored in Islamic civilization because Islamic civilization and culture is universal in nature and will last until the Day of Judgment

Key words: *Cultural slavery, civilization, humanity, moral values.*

تہذیب وتمدن انسانی معاشرے کی پہچان ہوتی ہے۔کسی بھی قوم کی عظمت رفتہ اور درخشاں علمی واخلاقی اقدار کا اندازہ اس کی تہذیب سے ہوتا ہے۔تہذیب اور انسان لازم اور ملزوم حقیقتیں ہیں کیونکہ انسان کی مدنی زندگی اور اجتماعی زندگی کے لیے، تہذیب ایک فطری اور لابدی امر ہے۔اسلام اپنے دامن میں ایک پائیدار تہذیب وثقافت کو سمیٹے ہوئے ہے جسے اپنائے بغیر انسانیت کی فلاح و بہبود ممکن نہیں۔اس بات کو اس انداز سے بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ انسانیت ہی دین اسلام کی اساس ہے۔تہذیب وتمدن کی اہمیت سمجھنے والی قوم کبھی بھی دکھی انسانیت کے احساس سے عاری نہیں ہو سکتی۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کی فلاح وبہبود اور معاشرتی امن وآشتی اسلامی تہذیب سے ہی ممکن ہے۔اسلامی تہذیب تعمیری اور مثبت انداز فکر پر مبنی تہذیب ہے۔

اپنی تہذیب وتمدن سے وابستہ رہنا خودار قوموں کی روش ہوتی ہے۔جدیدیت اور روشن خیالی کے نام پر غیروں کی تہذیب کی پیروی اور اپنے تہذیبی اخلاقی قدروں سے ناآشنائی بلاشبہ امت مسلمہ

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور
** لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف گجرات
***HOD, Department of Islamic Studies &Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

کے لئے زوال کی گہری کھائیوں میں جاگرنے کا سبب ہے۔ امت مسلمہ کو اعتدال و توازن کے ساتھ عصری تقاضوں کے مطابق اپنی تہذیب و تمدن سے آشنائی رکھنی چاہئے۔ اسلامی تہذیب میں خدائے واحد کے تصور نے بت پرستی کی جڑ کاٹ دی اور یہ پیغام دیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی بندگی انسانیت کی تذلیل ہے۔ اسلامی تہذیب اعلیٰ اخلاقی اقدار پر مشتمل آفاقی تہذیب ہے جس میں سچائی کے اصولوں پر مبنی تحقیق و جستجو بھی ہے اور وسعت و کشادہ ظرفی اور بہت زیادہ مساحت یعنی رحم دلی اور شفقت کا پہلو بھی ہے۔

لمحۂ فکریہ ہے کہ آج فرزندانِ اسلام اسلامی تہذیب سے نا آشنا ہیں۔ مغرب زدہ ذہنیت آج اسلامی تہذیب کو ظلم و تعدی خیال کرتی ہے۔ حالانکہ اسلامی تہذیب اخلاق جاویدانی پر مبنی شاندار روایات کی حامل تہذیب ہے جو تمام تہذیب رفتہ پر سبقت رکھتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم غیروں کی تہذیب کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے کی بجائے شاندار روایات کی امیں اسلامی تہذیب و تمدن کو اپنائیں، رہن سہن بود و باش اور زبان و لباس میں غیروں کی پیروی کی بجائے اسلامی روایات کو ترجیح دیں۔ زیر نظر تحقیقی مضمون میں انہی امور پر رشنی ڈالی گئی ہے۔

اسلام اپنے دامن میں ایک پائیدار تہذیب و ثقافت کو سمیٹے ہوئے جسے اپنائے بغیر انسانیت کی فلاح و بہبود ممکن نہیں۔ کلچر کی تعریف میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"کلچر میں زندگی کے مختلف مشاغل، ہنر اور علوم و فنون کو اعلیٰ درجہ پر پہنچانا، بری چیزوں کی اصلاح کرنا، تنگ نظری اور تعصب کو دور کرنا، غیرت و خود داری، ایثار و وفاداری پیدا کرنا، معاشرت میں حسن و لطافت، اخلاق میں تہذیب، عادات میں شائستگی، لب و لہجہ میں نرمی، اپنی چیزوں، روایات اور تاریخ کو عزت اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھنا اور ان کو بلندی پر لے جانا بھی شامل ہے"۔ (1)

تہذیب کے جدید مفہوم بیان کرتے ہوئے سر سید لکھتے ہیں:

"جب ایک گروہ انسانوں کا کسی جگہ اکھٹا ہو کر بستا ہے تو اکثر ان کی ضرورتیں اور ان کی حاجتیں، ان کی غذائیں اور ان کی پوشاکیں، ان کی معلومات اور ان کے خیالات، ان کی مسرت کی باتیں اور ان کی نفرت کی چیزیں سب یکساں ہوتی ہیں اور اسی لیے برائی اور اچھائی کے خیالات بھی یکساں ہوتے ہیں اور برائی کو اچھائی سے تبدیل کرنے کی خواہش سب میں ایک سی ہوتی ہے اور یہی مجموعی خواہش تبادلہ یا مجموعی خواہش سے وہ تبادلہ اس قوم یا گروہ کی "سویلزیشن" ہے۔" (2)

1۔ ثقافت اور مذہب

اکیسویں صدی کا آغاز تو مسلمانوں کے تازیانہ سے کم نہیں کہ وہ ذلت کی حد تک غیروں کی تہذیبی غلامی کے اسیر ہوگئے ہیں۔ قابل افسوس امر یہ ہے کہ کم علمی اور دینی لحاظ سے بے شعوری کی بنا پر تہذیب و ثقافت کو مذہب سے الگ چیز سمجھا جارہا ہے۔

سادہ لوح مسلمانوں کی اکثریت بسنت، ویلنٹائن ڈے، اپریل فول وغیرہ کو مذھبی نہیں بلکہ ثقافتی تہوار سمجھتی ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر ثقافتی تہواروں میں ہر ناروا امر کو برائی نہیں سمجھتی۔ عامة الناس اور روشن خیال دانشوروں کے ہاں مذہب اور ثقافت کے دو الگ الگ خانے ہیں۔ اسی بنیادی غلط تصور کا ازالہ نہ ہونے کی بنا پر کلچر کے بارے ہمارا نقطہ نظر واضح نہیں۔ اگرچہ مذہب اور کلچر کا گہرا تعلق ہے لیکن اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ مذہب اور کلچر کو ماننے والے کس چیز کو ترجیح دیتے ہیں جیسا کہ یورپ کا جدید ذہن رکھنے والا شخص مذہب کو تہذیب و تمدن کا عنصر تو سمجھتا ہے، لیکن اسے مذہب سے ایک بر تر شے سمجھتا ہے۔ لہٰذا اہل مغرب کے ہاں اگر مذہب اور کلچر میں تصادم ہو تو وہ مذہب کو نظر انداز کر کے کلچر کو فوقیت دیں گے۔

"یورپ کے لوگوں کی اکثریت اب بھی عیسائیت کو اپنا مذہب قرار دیتی ہے مگر یورپی معاشرے میں بہت سے قوانین، اقدار اور سماجی ادارے ایسے ہیں جن کا وجود عیسائیت کی تعلیمات سے لگا نہیں کھاتا چونکہ عرصہ قدیم سے یہ اس معاشرے میں موجود ہیں لہٰذا وہ انہیں اپنے کلچر کا حصہ سمجھتے ہوئے خیر باد کہنے کو تیار نہیں"۔ (3)

2۔ تہذیبی غلامی کی بنیادی وجوہات

غلامی کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی دنیا کی دیگر تہذیبوں کی تاریخ۔ غلامی کے حوالے سے تحقیقی مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ یہ خلاف فطرت طاقت کے بل بوتے پر انسانوں کے استحصال کا وہ غیر قانونی حربہ ہے جس کی آج تک کسی مذہب اور مہذب معاشرے نے اجازت نہیں دی۔ اس کی ابتداء طاقت کے عدم توازن سے ہوئی۔ جب بھی کسی خطے میں طاقت ور تہذیب نے جنم لیا تو اس کے اثرات ارد گرد کے کمزور تہذیبوں پر بھی پڑا۔ یوں اس خطے میں تہذیبی غلامی نے وہاں کے باشندوں کو اپنا بے دام غلام بنالیا۔ رفتہ رفتہ ایسا رواج پڑا کہ آج تک جہاں بھی کوئی نئ تہذیب ترقی کرتی ہے تو اس کے اثرات مختلف شکلوں میں کمزور تہذیب و تمدن پر پڑتے ہیں۔ تہذیبی غلامی کی بنیادی طور پر تین وجوہات ہیں: غربت، جنگ اور جہالت۔ دنیا کے بہت سے معاشروں میں یہ رواج رہا ہے کہ امراء، غریبوں کو ان کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لئے سود پر قرض دیا کرتے تھے اور ان کی عدم ادائیگی کی صورت میں انہیں اپنا غلام بنالیا کرتے تھے۔

غلامی کی دوسری بڑی وجہ جنگ ہے۔ طاقتور قومیں کمزور اقوام پر حملہ کر کے انہیں اپنا غلام بناتی بسا اوقات یہ سلسلہ محض قوموں کی غلامی تک محدود رہا کرتا تھا اور بعض اوقات مفتوح قوم کے ایک ایک فرد کو غلام بنالیا جاتا تھا۔

غلامی کی تیسری وجہ جہالت ہے۔ یہ نفسیاتی غلامی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ کم تعلیم یافتہ اور ناخواندہ افراد کو طالع آزما اور استحصال کے شوقین افراد پروپیگنڈہ اور برین واشنگ کے ذریعے اپنا نفسیاتی غلام بنالیا کرتے تھے۔ بہت مرتبہ یہی نفسیاتی غلامی آگے چل کر جسمانی غلامی میں تبدیل ہو جایا کرتی تھی۔

غلامی کے آغاز کے بارے میں کوئی حتمی بات کہنا ممکن نہیں ہے۔ دور قدیم ہی سے دنیا میں انسان، اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو اپنا غلام بنایا کرتے تھے۔ انسانیت کی معلوم تاریخ میں پائے جانے والے قدیم قوانین کا مجموعہ، بابل کے بادشاہ حمورابی (C-1750-1796) کے قوانین کا ہے۔ یہ قوانین اب سے کم و بیش 3800 سال پہلے بنائے گئے۔ ان قوانین کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس معاشرے میں عام لوگوں کے علاوہ اولاد کو بھی اپنے والدین کا غلام سمجھا جاتا تھا اور اس کی خرید و فروخت کو بھی ایک نارمل بات سمجھا جاتا تھا۔ (4)

انسانوں کے اندر غلامی کے رواج کے اسباب کے بارے میں مسٹر اے این۔ گلبرٹسن نے لکھا ہے کہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

”شمالی امریکہ کے ہندوستانیوں میں ایک رواج قائم تھا جس کو (adoption) کے نام سے موسوم کرسکتے ہیں۔اس رواج کی رو سے فریق مغلوب کے مرد قتل کیے جاسکتے تھے اور بچوں اور عورتوں کو زندہ رکھ کر اپنے گھر میں رکھ لیتے تھے۔اس نامور مصنف کی رائے ہے کہ غلامی اسی رواج کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے جس میں عورتوں اور بچوں کی طرح مردوں کو بھی زندہ رہنے دیا جاتا ہے اور ان کو غلام بنا کر رکھتے ہیں۔نیبور (Nieboer) نے ایک بڑی دلچسپ بات لکھی ہے وہ کہتا ہے کہ "انسان کو جانور پالنے کی عادت ہوتی ہے اسی عادت نے بڑھتے بڑھتے انسانوں کو پالنے کی عادت کی شکل اختیار کرلی اور اس کو غلامی کہا جانے لگا۔“[5]

مولانا سعید احمد اکبر اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں:

”ہمارے خیال میں اصل یہ ہے کہ شروع شروع میں جبکہ تہذیب و تمدن کا پتہ نہ تھا اور عام انسانی طبائع پر بہیمت و ہمجیت غالب تھی فریق فاتح اپنے گرفتار شدہ قیدیوں کو فرط غیظ و غضب میں قتل ہی کردیتا ہوگا لیکن پھر جب لوگوں کی اقتصادی اور معاشرتی ضرورتیں وسیع ہوئیں اور ان کو "بے معاوضہ مزدور" کی ضرورت پیش آئی تو اس وقت انہوں نے اس امر پر غور کیا ہوگا کہ جنگ کے قیدیوں کو قتل کرنے کے بجائے اگر زندہ رکھا جائے تو ان سے بہت سے معاشرتی اور اقتصادی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔مثلاً ایک انسان اپنے مخصوص دل و دماغ اور طبعی و عملی استعداد و صلاحیت کے باعث جماعت کو جو نفع پہنچا سکتا ہے قتل ہوجانے کے بعد اس سے اس طرح کے فوائد و منافع کی امیدیں یک لخت منقطع ہوجاتی ہیں۔اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ فاتح قوم میں اگر کوئی ایسی اخلاقی و تمدنی خوبی موجود ہے جو لوگوں کے لیے جذب التفات و جلب محبت کا سبب ہوسکتی ہے تو قوی امید ہے کہ مفتوح قوم کا ایک فرد یا چند افراد جب بحیثیت غلام کے فاتح جماعت کے افراد کے ساتھ معاشرت کریں گے تو فاتح کی اخلاق اور تمدنی خوبیاں ان کو بھی اپنا حقیقی ہمدرد و بہی خواہ بنالیں گی۔پھر ان زندہ قیدیوں سے اندرون خانہ و بیرون خانہ دونوں قسم کے کام لیے جاسکتے ہیں اور اس طرح "محنت"میں کمی اور آرام میں زیادتی پیدا ہوسکتی ہے۔ان خیالات کی بنا پر لوگوں نے غلامی کا رواج قائم اور اسیران جنگ کو قتل کرنے کا طریقہ مسدود کیا ہوگا کیونکہ اس سے بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ فاتح قوم کے افراد کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے جو اس کے لیے ایک گو نہ تقویت کا باعث ہے۔“[6]

یہ بات توطے شدہ بات ہے کہ تہذیبی غلامی کی سب سے بڑی وجہ جہالت ہے،الوہی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے طاقت کے نشہ میں دھت ظالموں نے اس کارواج ڈالا۔جس طرح ایک انسان کا اپناہی مثل دوسرے انسان کو غلام بناکر قابل فروخت جنس بنانا ناجائز اور غیر قانونی تھا اور کسی قاعدے کلیہ کے بغیر یہ رواج پوری دنیا میں پڑا،اسی طرح بنیادی انسانی حقوق سلب کر کے غلامی کی بنیاد پڑی یہی وجہ تھی کہ غلاموں کے باقاعدہ کوئی حقوق نہیں تھے۔اسلام نے بنیادی انسانی حقوق کے تعین سے اس کے مٹانے کا آغاز کیا۔معاشرے کے دھارے میں ان کو شامل کیا اور آہستہ آہستہ غلامی کا مکمل ہی خاتمہ کردیا۔اس فصل میں غلامی کا معنی و مفہوم اور مختلف تہذیبوں میں اس کے رواج کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

انسان نے انسان پر جو ظلم روا رکھے ان میں سب سے بڑا ظلم غلامی ہے۔دور قدیم میں ایک طبقہ جب طاقت اور توانائی کے نئے ذخائر دریافت کر بیٹھتا تو وہ اپنے جیسے انسانوں پر حملہ کر کے انہیں زبردستی غلامی کی زنجیروں میں جکڑلیتا اور اگر طاقت کام نہ آتی تو مختلف طریقوں سے ذہنی اور نفسیاتی غلامی میں جکڑ لیا جاتا۔

جس زمانے میں دنیا میں غلامی کا دور دورہ تھا ایسے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو دنیا میں بھیجا اور یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ اللہ کے رسول اس دنیا میں آئیں اور اس خلاف انسانیت ادارے سے چشم پوشی برتیں۔دور جدید میں دینِ اسلام پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان میں سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اسلام نے غلامی کو رواج دیا۔

غلامی اسلام سے قبل کئی صدیوں سے متعارف تھی اور اقتصادی، سماجی زندگی عام طور پر غلام کے کاندھوں پر قائم تھی اور سوسائٹی کا بڑا حصہ غلاموں پر مشتمل تھا۔ جب دین حنیف اسلام آیا تو اس نے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی اور قرآن کی جو ابتدائی سورتوں میں اس کی دعوت دی گئی،مثلا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَO وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُO فَكُّ رَقَبَةٍO أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍO﴾[7]

ترجمہ:وہ تو(دینِ حق اور عمل خیر کی) دشوار گزار گھاٹی میں داخل ہی نہیں ہواO اور آپ کیا سمجھے ہیں کہ وہ(دینِ حق کے مجاہدہ کی) گھاٹی کیا ہےO وہ(غلامی و محکومی کی زندگی سے) کسی گردن کا آزاد کرانا ہےO یا بھوک والے دن(یعنی قحط وافلاس کے دور میں غریبوں اور محروم المعیشت لوگوں کو) کھانا کھلانا ہے(یعنی ان کے معاشی تعطّل اور ابتلاء کو ختم کرنے کی جدوجہد کرنا ہے)O

غلامی کی بنیادی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ غربت اس لئے ہے کہ لوگ اپنی بنیادی ضروریات کی تلاش میں دربدر پھرتے، محض دووقت کی روٹی کے لئے معمولی سی اجرت پر بھی رضامند ہو جاتے۔بعض اوقات قرضہ لے کر اپنی ضرورت کو پورا کرتے اور طاقت ور ظالم اس کا استحصال کرتے ہوئے اسے نہ ختم ہونے والے سود کے جال میں پھنسالیتا اور یوں وہ بالآخر محض کھانے کی خاطر غلام بن جاتا۔ان آیات میں قرآن کریم میں کسی کی گردن چھڑانے کی فضیلت بیان کی اور اسی طرح کھانا کھلانے کی فضیلت کو بھی بیان کیا تاکہ غلامی کے بنیادی سبب کا قلع قمع ہوجائے۔

پھر مسلسل آیات اور احادیث اس کی رغیب میں وارد ہوئیں، اور غلاموں کے آزاد کرنے کو بہت سے گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا، مثلاً کسی انسان کو قتل کرنا، ظہار، قسم توڑنا اور رمضان کا روزہ توڑنا، جیسا کہ یہ احکام اپنی اپنی جگہوں میں معروف ہیں، اور قران میں غلام بنانے کا ذکر نہیں آیا ہے، یہاں تک کہ جنگی قیدی بنائے جانے کی صورت میں بھی جبکہ یہ غلام بنانے کا بنیادی ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

﴿فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾(8)

ترجمہ: پھر جب (میدانِ جنگ میں) تمہارا مقابلہ (متحارب) کافروں سے ہو تو (دورانِ جنگ) ان کی گردنیں اڑا دو (کیونکہ انہوں نے اِنسانیت کا قتلِ عام کیا اور فساد انگیزی کے ذریعے اَمن برباد کیا)، یہاں تک کہ جب تم انہیں (جنگی معرکہ میں) خوب قتل کر چکو تو (بقیہ قیدیوں کو) مضبوطی سے باندھ لو۔ پھر اس کے بعد یا تو (انہیں) احسان کرتے ہوئے (بلا معاوضہ چھوڑ دو) یا فدیہ (یعنی معاوضۂ رہائی) لے کر (آزاد کر دو) یہاں تک کہ جنگ (کرنے والی مخالف فوج) اپنے ہتھیار رکھ دے (یعنی صلح و امن کا اعلان کر دے)۔

اسلام نے ایک کامل نظام پیش کر کے دنیا سے غلامی کے رواج کو ختم کیا۔ اسلام ہر گز غلامی کا حامی نہیں اسلام نے تو شروع ہی سے مختلف طریقوں سے غلامی سے چھٹکارے کی سبیلیں نکالیں اور پھر مسلمانوں نے انسانیت کے قبیح رسم کو جڑ سے اکھاڑا۔

4۔اسلامی تعلیمات میں ذہنی اور فکری تفوق کی وجہ سے غلامی کا تصور نہیں

اسلامی تعلیمات ذہنی و فکری تفوق کی وجہ سے غلامی کے خلاف ہے۔ قرون اولیٰ میں مسلمان کسی کی فکری غلامی نہیں کرتے تھے۔ قرونِ اولیٰ کے بعد کی صدیوں میں دو ایسی تبدیلیاں وجود پذیر ہوئے جن کے نتیجے میں مسلمانوں کے ہاں فکری اور نظریاتی غلامی کا آغاز ہوا۔ ان میں سے ایک تبدیلی تو اندھی تقلید کا فروغ تھا اور دوسرا استاذ و شاگرد یا پیر و مرید کے تعلقات کی نوعیت تھی۔

ان دونوں قسم کی تبدیلیوں کے بارے میں ائمہ کے ہاں تفصیلات درج ذیل ہیں:

(1)اندھی تقلید فکری غلامی ہے

لفظ "تقلید" کا معنی ہے پیروی کرنا۔ اصطلاحی مفہوم میں مسلمانوں کے ہاں تقلید کا معنی یہ رہا ہے کہ قرآن و سنت میں خود غور و فکر کرنے کی بجائے اسلاف ائمہ کرام جو کام کر گئے، دلیل جانے بغیر اس کی پیروی کی جائے۔ چوتھی صدی ہجری میں ائمہ کرام کا اس امر پر اتفاق ہوگیا کہ ہر شخص کے لئے لازم ہے کہ وہ چار مشہور مکاتب فکر یعنی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی میں سے کسی ایک مکتب فکر کی پیروی کرے تاکہ امت میں آئندہ زمانوں میں انتشار نہ ہو۔

تقلید کے سماجی ادارے کا آغاز اور ارتقاء کے موضوع پر شاہ ولی اللہ (1702-1762CE) نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب، "حجۃ اللہ البالغہ" میں ایک پورا باب تحریر کیا ہے۔ پہلی تین صدیوں کے مسلمانوں کی روش کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ صاحب لکھتے ہیں:

اعلم أن الناس كانوا قبل المائة الرابعة غير مجمعين على التقليد الخالص لمذهب واحد بعينه. قال أبو طالب المكي في قوت القلوب: إن الكتب و المجموعات محدثة والقول بمقالات الناس والفتيا بمذهب الواحد من الناس، واتخاذ قوله والحكاية له من كل شيىء و التفقه على مذهبه. لم يكن الناس قديما على ذلك في القرنين الأول و الثاني انتهى.(9)

"یہ جان لیجیے کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے لوگ کسی خاص مکتب فکر کی تقلید کرنے پر متفق نہ تھے۔ قوت القلوب میں ابو طالب مکی کہتے ہیں، "یہ کتابیں، مجموعے سب نئی چیز ہیں۔ لوگوں کی آراء کی بنیاد پر اپنی رائے قائم کرنا، لوگوں میں سے کسی ایک شخص کے نقطہ نظر کے مطابق فتویٰ دینا، اپنے امام کی رائے کو مضبوطی سے تھامے رکھنا، ہر چیز میں اسی کی رائے کو بیان کرنا اور اسی کے نقطہ نظر کو سمجھنے کی کوشش کرنا (اور دوسرے نقطہ نظر کو سمجھنے سے اجتناب کرنا) پہلی اور دوسری صدی میں لوگوں کا رواج نہ تھا۔"

شاہ ولی اللہ کی رائے یہ ہے کہ بعد کی صدیوں میں ایک نئی چیز پیدا ہوئی۔

(2) فکری وضعف اعتقادی کی وجہ سے غلامی

اُمتِ مسلمہ میں باہمی مذہبی اور اعتقادی اختلاف، بے اعتدالی کے باعث پیدا ہوا۔ ایک طرف بندگانِ خدا اور مقبولانِ بارگاہ کی محبت و عقیدت میں بربنائے جہالت غلو اس حد تک بڑھا کہ بات افراط تک جا پہنچی اور دوسری طرف ردِ عمل میں تخفیف و تنقیص کے باعث معاملہ تفریط تک پہنچ گیا۔ افراط نے جہاں خرافات و بدعات کا دروازہ کھولا وہاں تفریط گستاخی و اہانت کا رنگ اختیار کر گئی۔ پس محبتوں اور عقیدتوں کی حدود اور ان کے مراتب و مدارج کا تعین کرنا لازمی و لابدی امر ہے۔ اہلِ حق ہمیشہ سے حضرات انبیائے کرام f سے لے کر اولیائے عظام تک فرقِ مراتب کو ملحوظ رکھتے چلے آئے ہیں لہٰذا افرادِ ملت کے درمیان توازن و اعتدال قائم رکھنا ہی صراطِ مستقیم ہے۔ اسی اعتدال و توازن کی بناء پر امتِ مسلمہ کو "امتِ وسط" کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا﴾ (10)

"اور (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا۔"

سیاسی و مذہبی رہنما انسانوں کو ذہنی غلامی میں دھکیلنے کے جو طریق ہائے کار استعمال کرتے ہیں، وہ وہی ہیں جو دنیا بھر میں برین واشنگ کے لئے استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ تمام کے تمام راہنما ایک جیسے نہیں ہوتے۔ بعض راہنما قصداً لوگوں کی برین واشنگ کرتے ہیں اور بعض اسے برا سمجھتے ہیں۔ جو لوگ برین واشنگ کا طریقہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

اختیار کرتے ہیں، وہ کسی مخصوص مکتب فکر، مسلک، فرقے، قوم یا مذہب تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ ہر فرقے اور ہر قوم میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو برین واشنگ کے ذریعے لوگوں کو اپنا فکری غلام بناتے ہیں۔

(3) غیر اسلامی تہواروں اور فرسودہ روایات کو اپنانا ذہنی غلامی

زوال پذیر معاشرے کی سب سے بڑی پہچان اُس کے جہالت پر مبنی فرسودہ رسم ورواج ہوتے ہیں۔ امت مسلمہ کے زوال کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس وقت ہمارا معاشرہ فرسودہ علاقائی روایات اور تہذیب مغرب کا چربہ بن چکا ہے۔ ہم اسلامی تہذیب وتمدن سے ناآشنا ہو کر ایسی ایسی اعمال کے مرتکب ہو رہے ہیں جن کا اسلام کے سنہرے اصولوں سے دور دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ شرعاو عقلا ناجائز بہت سی غلط رسموں کو فرض وواجب کی طرح سمجھ لیا گیا ہے اور ہمارے بہت سے ساجی معاملات میں بے جا تکلفات در آئے ہیں جس پر عمل درآمد سے ہم مزید خوار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

کفار مشرکین اور دشمنان اسلام تو روز اول سے مسلمانوں کو مٹانے کے لئے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں لہذا ایمان کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ ہم غیروں کی پیروی نہ کریں اس سے ہمارے ایمان کے ضائع ہونے خطرہ ہے۔ بحیثیت مسلمان یہ امر لابدی ہے کہ ہم ایسے تمام امور سے دور رہیں جو ہمیں ایمان سے دور اور کفر کے قریب کر دیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾(11)

"اور جس نے بھی ایمان کے بجائے کفر اختیار کیا، اس کا عمل برباد ہو گیا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ایمانی تقاضوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے کفار کی راہ کا انتخاب تمام اعمال کے ضائع ہونے اور آخرت کے خسارہ کا سبب بن سکتا ہے۔

کوئی بھی غیرت مند قوم یہ نہیں چاہے گی کہ وہ ذہنی یا جسمانی طور پر محکوم ہوں۔ مسلمانوں کی دینی غیرت وحمیت کا تقاضا ہے کہ وہ کسی کی محکومیت نہ ہی جسمانی طور پر قبول کریں، نہ ہی ان کی تہذیب یا تہواروں کو اختیار کر کے ذہنی محکومیت قبول کریں۔ ذہنی غلامی ہی اصل غلامی ہے۔ استحصالی ممالک کی دوسرے ملک پر جارحیت کی ایک اہم اور بنیادی ہتھیار یہ ہے کہ اس کے باشندوں کو ذہنی وجسمانی اعتبار سے غلام بنادیا جائے تاکہ اس ملک اور اس کے وسائل سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ عصری حاضر میں اس ذہنی غلامی کی بناپر ہمارا نظام زندگی درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے۔ ہماری عادات واطوار، طرز زندگی اور پوشاک میں تہذیب مغرب کا عکس نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ امر جسمانی غلامی سے بھی زیادہ تشویک ناک ہے۔ اس کی نشان دہی ایک حدیث پاک سے ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّى لَوْ سَلَكُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوهُ»، قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ: اليَهُودَ، وَالنَّصَارَى قَالَ: «فَمَنْ». (12)

"تم لوگ ضرور اپنے سے پہلی امتوں نقش قدم پر چلوگے (یہاں تک کہ) اگر وہ دو ہاتھ چلیں گے تم بھی دو ہاتھ چلوگے وہ ایک ہاتھ چلیں گے تو تم بھی ایک ہاتھ چلوگے وہ ایک بالشت چلیں گے تو تم بھی ایک بالشت چلوگے حتی کہ اگر وگوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے تو تم بھی داخل ہوگے، صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا پہلی امتوں سے آپ کی مراد یہود ونصاری ہیں؟ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تو اور کون؟۔"

غیروں کی تہذیبی تقلید نے اسلامی تعلیمات واقدار اور دینی تہذیب سے ناآشنا نسل نو کے ذہنوں کو آلودہ اور پراگندہ کر کے اس قدر ذہنی غلام بنایا ہے کہ ان کے ہاں اسلامی اخلاق اور شرم وحیا کا کوئی معنی اور اہمیت نہ رہی۔ اس کے برعکس خوشی یا غمی کے مواقع پر اگر غیروں کی تہذیب کے موافق کوئی عمل نہ کیا جائے تو تہذیب مغرب کا دلدادہ یہ نادان طبقہ اسے جہالت اور پسماندگی تصور کر کے اپنے لیے باعث شرمندگی اور عار سمجھتا ہے۔

5۔ علم و ٹیکنالوجی میں برتری سے قوموں کا استحصال

دنیا کے ترقی یافتہ ممالک، ترقی پذیر ممالک کی ٹیکنالوجی اور معاشی کمزوریوں کا استحصال کرتے ہوئے انہیں مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ ان سے قرضے اور امداد وصول کرے۔ پاکستان کی خود انحصاری کا انڈیکس ترقی پذیر ممالک کے کمتر معیار سے بھی کہیں نیچے ہے۔ بہتری صرف اسی صورت میں آسکتی ہے جب ملکی معیشت میں بڑی تبدیلی کرتے ہوئے سرمایہ کاری، پیداوار، برآمدات اور ٹیکنالوجیکل معیار کو بہتر بنایا جائے۔ فی الوقت پاکستان کی برآمدی تجارت کی حالت بہت ہی خراب ہے۔ پاکستان کی مجموعی قومی پیداوار میں مینوفیکچرنگ کا حصہ بہت ہی کم ہے لہذا ملک کے مینوفیکچرنگ کے شعبے میں برآمدات کی رفتار کو تیز کرنا اشد ضروری ہے۔ قوم کی خود مختاری کو یقینی بنانے کے لئے خود انحصاری کی اشد ضرورت ہے۔ [13]

Michel Bugnon Mordant (مائیکل بگنن) اپنی کتاب أمريكا المستبدة (عربی ترجمہ) میں لکھتے ہیں:

"کسی بھی قوم کا تہذیبی ورثہ اس کی زبان، تاریخ، مہارت و لیاقت، فنی ادبی اور علمی صلاحیتیں رسوم و رواج اور اس کے اقدار ہوتے ہیں، جس طرح یہ مذکورہ چیزیں تمدن کا ایک حصہ ہیں، اسی طرح کسی قوم کا لباس، کھانے پینے کی اشیا، اُسلوبِ عمل، کھیل کود کے طریقے، محبت و مسرت اور خوشی و غم کا انداز اور اس کے احساسات وجذبات بھی ثقافت میں شامل ہیں، اگر ہم کسی قوم سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ اپنی مذکورہ صفات سے کنارہ کش ہو جائے، اپنے اندازِ فکر اور احساسات و نظریات سے عہدہ برآ ہو جائے اور اپنی زبان و لباس کو تبدیل کر دے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس قوم سے اس کی ثقافت کو سلب کر رہے ہیں اور اس کے تمدن کو چھین کر دوسری تہذیب اس پر مسلط کر رہے ہیں۔" [14]

تہذیب و تمدن کا ترک کرنا، دراصل اس مذہب کو ترک کرنے کے مترادف ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں دنیا کے مختلف گوشوں میں، تہذیبوں کو قریب لانے سے متعلق جو کانفرنسیں ہوئیں، ان میں اسلامی تہذیب ہی کو نشانہ بنایا گیا اور اسلامی ثقافت کے بڑے حصّے کو پس پشت ڈال دینے کی ترغیب دی گئی۔ نیز اس کی جگہ مغربی تہذیب و تمدن کو اپنانے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

پر زور دیا گیا، اس لیے 'تہذیبوں کو قریب لانے' کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے، بلکہ یہ محض فریب اور دھوکہ ہے۔

مغرب کی تہذیب و ثقافت کی یلغار نے ہماری تہذیبی و ثقافتی زندگی پر حملہ آور ہو کر وہ گل کھلائے ہیں کہ عملاً اسلام سے ہمارا واسطہ نہ رہا۔ہم اپنی پر عظمت ماضی سے بے خبر اور لا تعلق ہوگئے۔ نتیجتاً جدید علوم و افکار اور سائنس کے لئے مغرب کے غلام بن گئے۔

6۔نظام تعلیم کی بربادی سے معیشت پر قبضہ

استعماری طاقتیں نو آبادی کی پسماندہ اور غیر مہذب قوم کی تنظیم، ان کے امور کی نگہداشت اور ان کی سیاسی، تہذیبی، تعلیمی اور اقتصادی ترقی و بہبود کا اخلاقی نصب العین، یا نو آباد کار ملک اپنے یہاں آبادی کی کثرت اور اقتصادی ترقی کے لیے خام مواد کی نایابی کی بنا پر مزید علاقے اور منڈیاں حاصل کرنے کا جواز پیش کرتی ہیں۔ درحقیقت استعماری ملکوں کی حیثیت صنعتی اور معاشی اعتبار سے ترقی یافتہ اور ان کی تہذیب مشینی دور کی پیداوار تھی جبکہ نو آبادیات کی معیشت کا انحصار فقط زراعت پر تھا جہاں صنعتوں کا وجود تھا اور نہ ہی تعلیم کا دور دورہ۔

ہندوستان کے گورنر جنرل کی کونسل کے پہلے رُکن برائے قانون لارڈ میکالے نے برطانیہ کی پارلیمنٹ کو 2 فروری 1835 عیسوی کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے ہندوستان کے طول و عرض میں سفر کیا ہے۔ مجھے کوئی بھی شخص بھکاری یا چور نظر نہیں آیا۔اس ملک میں میں نے بہت دولت دیکھی ہے، لوگوں کی اخلاقی اقدار بلند ہیں اور سمجھ بوجھ اتنی اچھی ہے کہ میرے خیال میں ہم اس وقت تک اس ملک کو فتح نہیں کر سکتے جب تک کہ ہم ان کی دینی اور ثقافتی اقدار کو توڑ نہ دیں جو انکی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔اس نے کہا:

> I propose that we replace her old and ancient education system, her culture. (15)

"میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ہم ان کا قدیم نظام تعلیم اور تہذیب تبدیل کریں۔"

برطانوی استعمار کی غلامی کے تسلسل نے آج بھی بر صغیر کے عوام کو اپنے آہنی شکنجے میں لیا ہوا ہے اور اس سے آزادی کی کوئی سبیل دکھائی نہیں دیتی۔

7۔تہذیب و تمدن اور علم و عرفان کے حصول میں غیروں کی پیروی غلامی ہے

تہذیب و تمدن اور علم و عرفان کے ارتقاء پر نظر رکھنے والے ماہرین دانشوروں کی رائے ہے کہ دور حاضر میں انسانی علم اپنے ارتقاء کے انتہائی مقام تک پہنچ چکا ہے۔انسان نے علم کے جس مقام تک پہنچنا تھا وہ سفر تمام ہوا۔عالمگیر شہرت یافتہ فوکو یاما نے (END OF HISTORY) میں دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت کر دی ہے کہ حتی الامکان ارتقاء علم کے مراحل طے ہو چکے ہیں انسانی علم نے بام عروج حاصل کر لیا ہے اب آگے اور کچھ مزید نہیں ہے جسکی جستجو اور تلاش میں انسان سرگرداں ہو۔ایک دوسرے عالمی شہرت یافتہ مصنف ہنٹنگٹن کے مطابق مختلف تہذیبیں آپس میں برتری اور عروج کے لئے ایک دوسرے سے ٹکرائیں گی اور جو تہذیب اپنے اندر زیادہ قوت اور ثابت قدمی پائے گی وہی کامیاب اور غالب ہوگی۔انہوں نے (CLASH OF CIVILIZATION) میں لکھا ہے:

> Military security throughout the world increasingly depends not on the global distribution of power and the actions of superpowers but on the distribution of power within each region of the world and the actions of the core states of civilizations. In sum, overall the West will remain the most powerful civilization well into the early decades of the twenty-first century. Beyond then it will probably continue to have a substantial lead in scientific talent, research and development capabilities, and civilian and military technological innovation- (16)

8۔غیروں کی زبان کو اپنانا تہذیبی غلامی

قوموں کی احیاء زبان کے بل بوتے پر ہوتی ہے۔ زندہ قومیں اپنی زبان کی بنا پر الگ شناخت رکھتی ہے۔ قابل افسوس امر ہے کہ ہم من حیث القوم اب بھی انگریزی سے مرعوب ہیں اور ایک مستعار زبان کے بغیر ہر فرد اپنی زندگی کو نامکمل سمجھتا ہے۔ ایک مثالی اسلامی معاشرے کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ تنی حکم کے ذریعہ تعلیم وتربیت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جائے تاکہ وہ آئندہ نسل تہذیب مغرب کے فتنوں سے محفوظ رہ سکے۔ اس کے لئے انگریزی زبان کی بجائے عربی کی ترجیح دینے کی ضرورت ہے۔

9۔حضور نبی اکرم ﷺ کا معلمانہ منصب اور فروغ تعلیم کے لئے اقدامات

علم کا معنی ہے جاننا اور جاننے کے مفہوم کے لئے قرآن نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں۔ان میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا لفظ علم ہے۔کم و بیش لفظ علم کو مختلف صورتوں میں (۷۷۷) بار استعمال کیا گیا۔علم کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (17)

"فرما دیجئے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہوسکتے ہیں۔"

علم کی وسعتوں اور لامحدودیت کو یوں بیان کیا گیا:

﴿فَوْقَ كُلِّ ذِى عِلْمٍ عَلِيْمٌO﴾ (18)

"ہر صاحب علم سے اوپر (بھی) ایک علم والا ہوتا ہےO"

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

علم کے شرف و منزلت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آقا دوجہاں ﷺ کو وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کا مژدہ سنا کر بھی جس چیز کی زیادتی طلب کرنے کی تلقین کی گئی وہ علم ہی ہے۔

10۔عالمگیر یکساں تہذیب و ثقافت جدید کا منصوبہ

تہذیب و ثقافت، محض چند رسوم و رواج اور افکار وخیالات کے مجموعے کا نام نہیں ہے، بلکہ تہذیب و تمدن میں حقیقی طور پر مذہبی عنصر غالب ہے۔کسی بھی تہذیب میں پائے جانے والے نظریات و خیالات اور اس میں موجود رسوم ورواج کا سلسلہ، کسی نہ کسی طرح مذہب سے ضرور ملتا ہے۔اس بحث سے قطع نظر کہ وہ رسوم و رواج مذہب کی نظر میں صحیح ہیں یا غلط، ہمارے ارد گرد ہونے والے رسوم ورواج نسل در نسل چلے آرہے ہیں۔رواجوں کو دوام عطا کرنے کے لئے انہیں بھی مذہبی رنگ دینے کی کوشش کی جاتی رہی ہے، اس لیے کسی بھی دین کا سچّا متبع بننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان اس دین کی ثقافت اور کلچر کو بھی اپنائے اور اپنی زندگی میں کسی دوسری قوم کی ثقافت کو بسنے کا موقع نہ دے۔

عالمگیریت کے کچھ مؤیدین کا یہ خیال ہے کہ دنیا میں پائی جانے والی مختلف تہذیبوں کو ایک دوسرے کے قریب کردیا جائے، ہر تہذیب کے ماننے والے، دوسری تہذیبوں سے بھی اچھی باتیں اخذ کریں اور اُنہیں اپنی زندگی میں جگہ دیں، اس کے لیے مختلف تہذیبوں کے نمائندے، باہمی مذاکرات کی راہ اپنائیں اور ہر تہذیب کی قابل قبول باتوں پر اتفاق کرلیں، اس طرح ایک عالمی تہذیب اوریکساں ثقافت کا وجود ہوسکتا ہے۔

آج جب تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا ہے اور تقدیر نے مغرب کو مشرق پر فوقیت عطا کی ہے تو مغربی تہذیب و تمدن کے ماننے والوں کی یہی کوشش ہے کہ وہ اپنی تہذیب کو اطراف عالم میں رائج کردیں۔وہ لوگ اپنی ان کوششوں میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہیں، اس لیے کہ مغربی تہذیب اگرچہ اعلیٰ اخلاقی اقدار سے یکسر عاری ہے، لیکن اس کی نشرواشاعت میں تشدد کا زیادہ حصہ نہیں رہا ہے۔

11۔عالمی سطح پر یکساں لباس کے فروغ کا منصوبہ

ہر قوم کا مخصوص لباس اس کی تہذیب و ثقافت کا آئینہ دار ہوتا ہے، لباس ہی سے قوموں کی تاریخ اُجاگر ہوتی ہے اور ان کے رہن سہن کا پتہ چلتا ہے، یہ تمدن کی روح اور تہذیب کی بنیاد ہے۔زبان و ادب کو تمدن میں جو مقام حاصل ہے، وہی مقام لباس کو بھی حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ زبانوں میں جس قدر تنوع پایا جاتا ہے، کم وبیش اتنا ہی تنوع لباس میں بھی پایا جاتا ہے۔ثقافتی انسائیکلو پیڈیا کے اوراق و صفحات، مختلف قوموں کے لباس اور پوشاک پر روشنی ڈالتے ہیں کہ ہر قوم کے مخصوص لباس ہی قوم کی سب سے بڑی پہچان ہے۔

دورِ جدید میں پوری دنیا کے لوگ استعمار کے اس قدر گرویدہ ہوگئے ہیں کہ وہ ان کی طرح کا لباس پہننا باعث فخر سمجھنے لگ گئے ہیں حالانکہ یہ ان قوموں کی غلامی ہے۔ أمریکا المستبدۃ میں لکھاہے:

> "یہ صورتِ حال موجودہ دور میں تقریباً ساری دنیا میں دیکھنے کو مل رہی ہے، لڑکیوں نے اپنے قومی لباس کو ترک کرکے امریکی فحش لباس اپنالیاہے اور قومی لباس جس کو ثقافت کی پہچان کہاجاتا ہے، تقریباً ختم ہورہے ہیں۔ٹی وی چینلوں اور امریکی فلموں نے ہی اس نئے عالمی لباس کو پھیلانے میں سب سے بڑا کردار ادا کیا ہے۔"(19)

12۔پوشاک اور فیشن میں غیروں کے طورطریقے اپنانا غلامی ہے

اُمتِ مسلمہ کے ثقافتی تشخص کو مٹانے کی خاطر، عالمگیریت کا ایک تحفہ امریکی لباس اور اس سے متعلقہ چیزوں کا وہ سیلاب ہے جس میں پورا عالم اسلام آج غرق ہوچکا ہے، ان کپڑوں اور سامانوں پر انگلش زبان میں ایسے جملے لکھے ہوئے ہیں جو امریکی تہذیب کی ترجمانی کرتے ہیں، عالم عرب کی بڑی بڑی دکانوں اور تجارتی مراکز کے اشتہاری بورڈز، نیز ان میں فروخت ہونے والی اشیا پر عربی زبان کے بجائے انگلش میں فقرے اور جملے لکھے ہوئے ہوتے ہیں اورمقامی مصنوعات کی جگہ ان ہی مصنوعات کی سب سے زیادہ مانگ بھی ہے۔

1997ء کے اعداد و شمار سے یہ دل سوز انکشاف ہوتا ہے کہ خلیج عرب کی خواتین نے صرف ایک سال میں 799 ملین ڈالر پرفیوم پر اور 4 ملین ڈالر خضاب پر خرچ کیے ہیں، نیز 600 ٹن لپ اسٹک اور 500 ٹن نیل پالش استعمال کی ہے جبکہ خلیج کی خواتین نے 5ء 1 ارب ڈالر میک اَپ کے سامان پر خرچ کیے ہیں۔(20)

13۔فاسٹ فوڈ کے نام سے عالمگیر یکسانی ماکولات و مشروبات اپنانے کا منصوبہ

امریکہ نے محض اپنے لباس کو ہی سارے عالم میں نہیں پھیلایا بلکہ اس کے ساتھ امریکی ماکولات و مشروبات کو بھی پوری دنیا میں رواج دیا، دنیا کی قدیم قومیں جہاں لباس اور زبان وغیرہ کے سلسلے میں مال دار سمجھی جاتی ہیں، وہیں ماکولات و مشروبات کے سلسلے میں بھی ان کا امتیاز ہے۔اٹلی جہاں کھانے پینے کی بزار ہا اقسام پائی جاتی تھیں، فرانسیسی دیہاتوں میں روایتی کھانوں کی بے شمار انواع و اقسام تھیں، اسپین طرح طرح کے کھانے نہایت مہارت کے ساتھ بنایا کرتے تھے، یونان، برازیل، چین، ہندوستان اور عالم اسلام میں بھی انواع واقسام کے کھانوں کی کمی نہیں رہی، لیکن ثقافتی سیلاب کے نتیجے میں چند بے ذائقہ کھانے ہی فیشن اور ترقی کی علامت بن گئے، جن کو فاسٹ فوڈ کے نام سے جانا جاتاہے،'ہاٹ ڈوگ'، 'ہیمبرگر' اور 'پیزا'کھانا لوگوں کی پہلی پسند بن گیا ہے۔امریکی کلچر کی نمائندگی کرنے والے 'مکڈانلڈ'،'برگر کنگ' اور 'پیزاہٹ' نامی ریسٹورینٹ ہر ملک اورہر شہر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

میں کھل چکے ہیں، جہاں لمبی لمبی قطاروں میں لوگ دوڑے ہوئے آرہے ہیں۔[21]

ماکولات و مشروبات کی ثقافت کو سارے عالم میں رواج دینے کے سلسلے میں امریکہ کی سنجیدگی کس قدر ہے، اس کا اندازا یوں لگایا جاسکتا ہے کہ 'اوک بروکس' نامی شہر میں ایک 'ہیمبرگر' نامی یونیورسٹی قائم ہے، اس یونیورسٹی میں درس گاہوں کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے لیکچر ہال بھی ہیں، جبکہ 26 زبانوں میں ترجمہ کرنے والے مترجمین اور 25 پروفیسر اس جامعہ میں تعلیم و تربیت پر مامور ہیں، یہاں سے اب تک 65 ہزار افراد کو 'ہیمبرگر' سازی میں 'بی اے' کی ڈگری تفویض کی گئی ہے۔اس یونیورسٹی سے ہر سال 7 ہزار افراد تیار ہوتے ہیں، یورپ میں اس کی 15 شاخیں اور 100 تربیتی مراکز ہیں، پوری دنیا میں 'ہیمبرگر' فروخت کرنے والے ہر ریسٹورنٹ کا اس یونیورسٹی یا اس کی کسی شاخ سے رابطہ رہتا ہے۔'مکڈانلڈ' نامی ریسٹورنٹ میں اچھی ملازمت حاصل کرنے کے لیے ان مراکز سے ٹریننگ لینا ضروری ہے، 'ہیمبرگر' یونیورسٹی میں اکثر اسباق روزانہ کے کاموں سے متعلق پڑھائے جاتے ہیں، اس یونیورسٹی کی زیادہ تر توجہ تعلیم کے بجائے تربیت پر ہے کہ 'مکڈونالڈ' میں کام کرنے والے افراد کیسے عام لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کریں اور کس طرح لوگوں کے ساتھ پیش آئیں۔[22]

اس حیرت انگیز انکشاف سے اندازا ہوتا ہے کہ 'مکڈانلڈ' (جو محض ایک ریسٹورنٹ ہے) پر امریکہ اور وہاں کی ثقافت کے علمبرداروں کی کس قدر توجہ ہے، یہ انکشاف اس بات کا غماز ہے کہ یہ ریسٹورنٹ جو امریکی ثقافت کی ترجمانی پوری دنیا میں کرتا ہے، امریکن قوم کے نزدیک کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔

مغربی تہذیب کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لیے نئے طریقے ایجاد کیے گئے اوراُن پر بڑی چالاکی کے ساتھ منصوبہ بند طریقے سے عمل درآمد کیا گیا۔انفارمیشن اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بڑھتی ہوئی ترقی نے یہ کام مزید آسان کردیا اور مغربی تہذیب کو اس کے کھوکھلا ہونے کے باوجود دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دیا۔

14۔خرید و فروخت اور غیروں کے طریقہ تجارت اپنانا غلامی ہے

گلوبلائزیشن کے قائدین کو اس بات میں بڑی دلچسپی رہی ہے کہ پوری دنیا میں خرید وفروخت اوراس قبیل کے تمام معاملات مغربی طرز پر انجام دیے جائیں۔عالمگیریت کے ٹھیکے داروں کی اس خواہش کے مطابق آج پوری دنیا میں اس طریقہ تجارت کا رواج بڑھتا جارہا ہے،لوگ کرنسی کے بجائے کارڈز کے ذریعے لین دین کرنے کو فوقیت دینے لگے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالفتاح نے لکھا ہے:

> گلوبلائزیشن کے بدترین اثرات میں سے ایک اثر یہ بھی ہے کہ مغربی کلچر جو دراصل امریکی کلچر ہے، مکمل طور پر لوگوں کے دل و دماغ پر چھا گیا ہے، امریکی موسیقی کار مائیکل جیکسن کا میوزک اور موسیقی ہی بہت زیادہ دلچسپی کی چیز بن گئی ہے۔ریمبو کی فلمیں اور ڈیلس اسٹوڈیو کی جانب سے بنائے جانے والے پروگرام ہی پوری دنیا میں لوگوں کے اور خصوصاً نوجوان نسل کے ذہنی دریچوں پر دستک دے رہے ہیں اور ان کی طبیعت و فطرت پر بری طرح اثر انداز ہورہے ہیں، حتیٰ کہ امریکی تلفظ ہی میں انگلش بولنا، اس وقت کا ایک بہت بڑا فیشن بن گیا ہے۔[23]

جدید مغربی تہذیب میں کشش ضرور ہے مگر یہ انسان سے اس کی فطری آزادی چھین کر خواہشات، تعیشات کا غلام بنانے سے عبارت ہے۔مغربی تہذیب سے معاشی و اقتصادی اور سیاسی و فکری غلامی در آئی۔مغرب کی تہذیب و ثقافت کی یلغار نے ہماری تہذیبی و ثقافتی زندگی پر حملہ آور ہو کر وہ گل کھلائے ہیں کہ عملاً اسلام سے ہمارا واسطہ نہ رہا۔ ہم اپنی پر عظمت ماضی سے بے خبر اور لا تعلق ہوگئے۔نتیجتاً جدید علوم و افکار اور سائنس کے لئے مغرب کے غلام بن گئے۔لہٰذا مغربی تہذیب کی بجائے اسلامی تہذیب کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

خلاصہ بحث

اسلامی تہذیب وتمدن کو تاریخ میں منفرد مقام حاصل ہے۔غیروں کی تہذیبی غلامی امت کے لئے باعث زوال ہے۔امت کی بقاءاور احیاءاس امر میں پوشیدہ ہے کہ مسلمان خواہ وہ کوئی بھی زبان بولتا ہو، کسی بھی رنگ ونسل کا ہو، مشرقی ہو یا مغربی؛ اس کی بودوباش اور طرز زندگی اسلامی رنگ میں رنگی ہونی چاہیے۔اس لئے کہ اسلامی تہذیب وثقافت جامع اور آفاقی نوعیت کی حامل ہے اور قیامت تک قائم رہے گی۔

غیروں کی تہذیب وثقافت کی محکومیت وغلامی سے محفوظ رہنے کا واحد طریقہ اللہ کی توحید اور اس کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے اور نبی ﷺ کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ فکری عمل کی زوال پذیری سے ہم مزید ذہنی وفکری غلامی اور منفی سوچ کا شکار ہو کر جمود کا شکار ہوں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے جب دعوت اسلام کا آغاز کیا تو اس وقت بھی روئے زمین پر دو ترقی یافتہ تہذیبوں کا وجود تھا،ایک یونانی تہذیب جسے مغربی تہذیب کہہ سکتے ہیں جبکہ دوسری ایرانی یعنی مشرقی تہذیب۔ مسلمانوں نے بغیر کسی ذہنی غلامی کے اپنی ضرورت اور اپنے حالات کے مطابق ان تہذیبوں کے علوم وفنون، ثقافت وادب اور فلسفہ سے استفادہ کیا۔ جس چیز کو مناسب سمجھا اس کو پہلے اپنے سانچے میں ڈھالا پھر اس کو اپنی صحیح جگہ فٹ کیا مگر یہ ان تہذیبوں کا مسلم معاشرے کی روح اور اس کے اخلاقی رجحان پر کوئی اثر نہ ہو سکا۔

اسلام اور مغربی تہذیب کی کشمکش صدیوں سے جاری ہے۔ مغربی تہذیب کی پیروی کے نتائج نہایت بھیانک ہو سکتے ہیں۔ دور حاضر کی مغربی تہذیب معاشرتی روگ ہے۔ اس میں جنسی بے راہ روی، نفسانی خواہشات کی تکمیل اور اخلاقی انارکی کے سوا کچھ نہیں۔ اس کے مقابلے میں اسلامی تہذیب وتمدن ایک مستحکم تہذیب ہے۔ مسلمانوں کو کسی بھی غیر تہذیب کی غلامی کی چنداں ضرورت نہیں۔

حوالہ جات:

(1) جمیل جالبی، پاکستانی کلچر، مشتاق بکڈپو، شیلڈن روڈ کراچی، 1964، ص49۔

(2) سرسید احمد خاں، مقالاتِ سرسید جلد ۶ صفحہ ۳۔ لاہور ۱۹۶۲ء۔

(3) محمد عطاء اللہ صدیقی، بسنت اسلامی ثقافت اور پاکستان، ص40۔

(4) شاہد حسین رزاقی، تاریخ جمہوریت، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص: ۱۱۱۔

(5) Encyclopedia of religion and cthies. articla on slavery.

(6) سعید احمد اکبر آبادی، مولانا، اسلام میں غلامی کی حقیقت، ص ۱۶۔۱۷۔

(7) البلد، 90، 11-14.

(8) محمد، 47: 4.

(9) شاہ ولی اللہ، الدھلوی، أحمد بن عبد الرحیم بن معظم بن منصور (۱۱۷۶ھ)- حجۃ اللہ بالغۃ- بیروت، لبنان، ۱۴۲۶ھ، باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة و بعدها، ۱: ۳۲۱.

(10) البقرة، ۲: ۱٤۳.

(11) المائدة، 5: 5.

(12) بخاری، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب ذكر بني إسرائيل، 3: 1274، الرقم: 3269.

(13) یوسف حسین شیرازی خود مختاری: کیسے؟ فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۲۰۱۳ء، ص ۷۱۔

(14) أمریکا المستبدۃ الولایات المتحدۃ... الخ: ص108۔

(15) https: //en.wikiquote.org/wiki/Talk: Thomas_Babington_Macaulay,_1st_Baron_ Macaulay

(16) Samuel P. Huntington. The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order P; 90-91.

(17) الزمر، ۳۹: ۹.

(18) يوسف، ۱۲: ٦۲.

(19) أمريكا المستبدة: ص125-

(20) رساله الأسرة ماه صفر ١٤٢٠هـ

(21) أمريكا المستبدة: ص126-

(22) رساله البيان، عدد 170-

(23) الثقافة العربية فى عصر العولمة، از الدكتور عبدالفتاح أحمد فاوى، الأ هرام 222، 2001ء؛ رساله المستقبل العربى، بيروت عدد 229، مارچ 1998ء .